اسلام نے نہیں عائلی قوانین نے عورتوں پر ظلم کیا ہے

قومی اسمبلی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی تقریر

قوانین الٰہیہ کو نہیں بلکہ معاشرہ کو تبدیل کرنا ضروری ہے

۱۴ ستمبر جمعرات قومی اسمبلی میں موجودہ عائلی قوانین منسوخ کرانے کی قرارداد پر بحث کا دن تھا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ نے قرارداد کی حمایت یعنی مروجہ عائلی قوانین کی مخالفت میں جو تقریر فرمائی اسے یہاں اسمبلی کی مہیا کردہ رپورٹ کی شکل میں شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

★

مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) عالی جناب سپیکر صاحب! گذارش یہ ہے کہ عائلی قوانین جو اس ملک میں رائج کیے گئے ہیں۔ ان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے۔ کہ خواتین پر جو مظالم ہو رہے ہیں۔ ان کا یہ مداوا ہیں۔ سب سے پہلے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ خواتین ہماری مائیں، بہنیں اور بیٹیاں ہیں اور کوئی شخص اپنی بیٹی ماں اور بہن کے اوپر مظالم کو برداشت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اسلام نے ماں کو جو درجہ دیا ہے۔ اس کے سلسلے میں یہ فرمایا گیا الجنۃ تحت اقدام الامہات۔ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ اور جو شخص بیٹیوں کی ....

میاں منظور حسین پی پی پی: مولانا صاحب نے جہاں ذکر بیٹی، ماں اور بہن کا کیا ہے۔ وہاں انہوں نے بیویوں کو بالکل IGNORE کر دیا ہے۔ تو کیا ان کی فہرست میں نہیں آتیں۔

مولانا عبدالحق: میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ بیوی جو ہوتی ہے وہ بعد میں ماں بن جاتی ہے۔ تو ہر ماں لازماً بیوی ہوتی ہے۔

میاں منظور حسین: کس STAGE پر وہ بیوی ماں بن جاتی ہے۔

مولانا عبدالحق: اس کا جواب یہ ہے کہ بیوی کے ہاں جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو شوہر کی بیوی

بچے کی والدہ ہوئی اور والدہ کا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ اس کا احترام کریں

عنایت الرحمان عباسی: کستوربا کے متعلق گاندھی نے یہ کہا تھا کہ یہ میری ماں ہے۔

ایک رکن: مولانا آپ ان لوگوں پر توجہ نہ دیں تقریر جاری رکھیں۔ یہ لوگ تقریر کا تسلسل کاٹنا چاہتے ہیں۔

مولانا عبدالحق: میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ایک چیز تو یہ ہے کہ خواتین کا احترام اور ان کے حقوق کی حفاظت کا سب سے پہلے اسلام ہی نے حکم دیا ہے۔ اسلام نے ہی عورتوں کو وارث بنایا۔ آپ کو معلوم ہے کہ علماء نے یہ کوشش کی ہے کہ صوبہ سرحد میں انگریزوں کے دور میں ۱۹۳۵ء میں اس وقت تک وہاں کی جتنی عورتیں ہیں ان کو میراث میں شریعت کے مطابق حصہ ملتا ہے۔ مجھے اس عرض کرنے سے غرض یہ ہے کہ ہماری بہنیں یہ نہ سمجھیں کہ اس جانب جو لوگ بیٹھے ہیں وہ خدا نخواستہ عائلی قوانین کی اس لئے مخالفت کرتے ہیں کہ ان کے قلوب میں صنف نازک کے لئے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ دوسری چیز میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ہمارا پاکستان جو ہے وہ اسلامی نظریہ کی بناء پر قائم ہوا ہے۔ اور اسلامی نظریہ وہی ہے۔ جو قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اللہ رحمٰن الرحیم ہے اور رسول اللہ رحمت اللعالمین ہے۔ انہوں نے عائلی قوانین کے متعلق جو احکامات بیان فرما دیئے ہیں۔ تو ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس نظریہ کی بناء پر بھی اسکی قطعاً مخالفت نہیں کر سکتے۔ تیسری چیز میں یہ عرض کرتا ہوں کہ موجودہ معاشرے میں عورت کا جو مقام ہے ظاہر ہے۔ کہ اس وقت عورت کو وہ مقام حاصل نہیں ہے جسکا حکم اسلام دیتا ہے۔ اس لئے یہ ایک حقیقت ہے کہ اس معاشرے کی ہم کو اصلاح کرنی ہے۔ حضور اقدسؐ کے زمانہ میں جو معاشرے کی حالت تھی وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔

چنانچہ اس معاشرے کی اسلام نے اصلاح کی اور معاشرے کی وجہ سے قوانین الٰہیہ کو خدا کے احکامات کو بدلا نہیں جا سکتا۔

نکاح پر پابندی مت لگایئے۔ بلکہ عدل کے دروازوں کو قانون کے دروازوں کو آسان بنایئے ہر شہر اور ہر محلے میں جس عورت کو اپنے شوہر سے گلہ ہے کہ وہ اپنی دوسری بیوی کو ریشم کے کپڑے لا کر دے رہا ہے، دوسری بیوی کو اچھی نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ اور پہلی بیوی کو احسن طریق پر نہیں دیکھتا۔ تو وہ حقوق زوجین کی بناء پر کسی شہری عدالت میں دعویٰ کر سکے۔ عدالت اسے جبراً پہلی بیوی کے حقوق ادا کرنے کی ہدایات دے سکے۔ دوسری بات یہ عرض کرنی ہے۔ کہ کیا دوسری بیوی اپنی مرضی سے نکاح کر رہی ہے۔ شوہر کے ساتھ یعنی مرد کے ساتھ، یا جبر سے۔ اگر وہ اپنی مرضی سے کر رہی ہے تو

آپ کون ہیں، جو اس کے نفس اس کے اختیارات پر قبضہ کرتے ہیں اور اسے روکتے ہیں۔ یہ تو عورت ہی پر ظلم ہو رہا ہے۔ اور عائلی قوانین عورتوں کے حقوق غصب کرنے اور اس پر ظلم کرنے کی مثالوں سے پر ہیں۔

بیگم نرگس نعیم سندھو :- مولانا پہلے یہ بتائیے کہ عورتوں سے پوچھا کون ہے۔؟

مولانا عبد الحق :- تو کیا وہ بغیر اجازت نکاح میں آجاتی ہیں۔ دوسری بیوی خود اپنی مرضی سے اپنے ہونے والے شوہر سے نکاح کر رہی ہے۔ خود تیں اگر عائلی قوانین کے خلاف ہیں تو اپنی ہم جنس خواتین کو مجبور کریں کہ وہ اپنی مرضی سے عقد ثانی نہ کریں۔

مولانا غلام غوث ہزاروی :- (پوائنٹ آف آرڈر) جناب والا! مولانا تو ان محترمات کے نکاح کرنے کا ذکر نہیں کر رہے ہیں۔ ان محترمات کو خواہ مخواہ تکلیف ہو رہی ہے۔ مولانا تو عام بات کر رہے ہیں۔

مسٹر سپیکر :- آرڈر، آرڈر۔

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی :- (پوائنٹ آف آرڈر) بیگم نسیم کے پیچھے جو تشریف فرما ہیں معافی چاہتا ہوں۔ ویسے آج سب جمع ہو گئی ہیں۔ پچھلی جمعرات کو اکیلی نسیم جہاں تھیں۔

بیگم نرگس نعیم سندھو :- میں نے کہا تھا کہ کیا عورتوں سے پوچھا جاتا ہے۔؟

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی :- کیا ان سے نکاح کے وقت پوچھا نہیں گیا تھا۔؟ ان سے پوچھ لیا جاتا ہے۔ (قہقہہ)

نسیم جہاں :- تقاریر کے دوران لوگ مسلسل بولتے رہتے ہیں۔

محمود علی قصوری :- یہ رننگ کمنٹری ہو رہی ہے۔ جو مناسب نہیں۔

سپیکر :- دیکھئے یہ ایک سنجیدہ موضوع ہے۔ مولانا کی تقریر کو خاموشی سے سننا چاہیئے۔ اگر محترم خواتین کو اختلاف ہو تو بعد میں وہ اس کا جواب دے سکتی ہیں۔

مولانا عبد الحق :- تو عرض یہ کر رہا تھا کہ قرآن مجید کی آیت ہے: فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث وربٰع۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اجازت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دو دو تین تین چار چار بیویوں کی اجازت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ دوسری بیوی شوہر کے نکاح میں اپنی مرضی سے آنا چاہتی ہے۔ مگر عائلی قوانین نے اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچا دی اور اس کو روک دیا۔ آپ یہ کہیں گے کہ پہلی بیوی کے اوپر زیادتی ہوگی۔ میں نے عرض کیا کہ شریعت کی رو سے تمام حقوق، بیویوں کا کھانا، کپڑا

سب کچھ شوہر کی ذمہ داری ہوگی۔ جیسا کپڑا دوسری بیوی کا ہوگا۔ ویسا کپڑا پہلی بیوی کا ہوگا۔ ایک شوہر پانچ پانچ مہینوں گھر میں نہیں رہتا۔ ایک بیوی کو ریشم کے کپڑے اور ایک کو کھدر کے کپڑے دیتا ہے۔ کھانے پینے میں بھی فرق کرتا ہے۔ لیکن اسلام اسے پابند بناتا ہے کہ دوسری بیوی کے آنے کے بعد جس نظر سے وہ اس کو دیکھیگا اس کے مطابق وہ پہلی کو بھی دیکھے گا۔ ہمارے پاس شرعی قوانین اور تعزیرات ہیں، ہم عدالتی کاروائی میں اس شوہر کو قید کرسکتے ہیں۔ اس کو سزا دے سکتے ہیں۔ اور جبراً اس کا حق اس سے لیکر بیوی کو دلواسکتے ہیں۔ تو اس صورت میں پہلی بیوی کی بھلائی ہوگی۔ میں مانتا ہوں کہ خواتین پر ظلم نہیں ہونا چاہیئے۔ ہر انسان کو ہر مرد کو، ہر عورت کو اس کے حقوق دینے چاہئیں۔ اس وقت ملک میں مردم شماری ہو رہی ہے چند دنوں میں رپورٹ آپ کے سامنے آجائے گی۔

میرا خیال ہے کہ عورتوں کی تعداد زیادہ ہے۔ لیکن اگر فرض کرلیا جائے کہ عورتیں اور مرد برابر بھی ہیں اس صورت میں بھی کم از کم دس لاکھ آدمی پاکستان میں ایسے ہوں گے۔ جو نکاح کے قابل نہیں کیونکہ وہ غریب ہیں وہ اس کے کھانے کا بندوبست نہیں کرسکتے تو شریعت انہیں نکاح کرنے پر مجبور نہیں کرتی۔ تو جو دس لاکھ مفلس ہیں اور افلاس کی وجہ سے شادی نہیں کرسکتے تو اس کے مقابلہ میں ۱۰ لاکھ عورتیں بچیں گی۔ آپ نکاح ثانی ممنوع قرار دیتے ہیں۔ تو اس صورت میں ۱۰ لاکھ عورتیں کیا کریں گی۔ یا پھر مجبوراً داشتائیں بن کر گلی کوچوں میں پھریں گی۔؟ کچھ مرد مریض بھی ہوتے ہیں۔ نامردی میں بھی مبتلا ہوتے ہیں۔ فرض کیا ایسے مردوں کی پاکستان میں تعداد دس لاکھ ہے جو بیچارے جو شادی کے قابل نہیں تو وہ دس لاکھ عورتیں کیا کریں گی۔؟

اس سلسلہ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اگر کسی غزوہ یا لڑائی میں ۱۰ لاکھ مرد شہید ہوگئے۔ تو دس لاکھ بیویوں کا کیا بنے گا۔ جب عائلی قوانین کی بنا پر دوسرا نکاح جائز نہیں۔ تو وہ دس لاکھ عورتیں کہاں جائیں گی۔ شریعت نے اجازت دے رکھی۔ ایسے مواقع پر اجازت دے رکھی ہے کہ اگر مرد پورا انصاف کرنا چاہے تو وہ دوسرا نکاح کرسکتا ہے۔

ایک دوسری بات میں مختصر عرض کرتا ہوں کہ عائلی قوانین میں نکاح کیلئے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے۔ کہ وہ نکاح قانونی ہوگا، جب رجسٹریشن اسکی ہوچکی ہو۔ میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ وہ علاقہ جو دور دراز ہیں قبائلی ہیں۔ جو علاقے پہاڑوں میں ہیں، وہ رجسٹریشن کیسے کرائیں گے۔ اگر وہ نہیں کرا سکتے تو کیا ان کے نکاح قانوناً ناجائز ہوں گے۔؟ ایک بات اور میں عرض کرتا ہوں کہ آئینی قوانین مارشل لاء کی طاقت سے نافذ ہوئے اس سے پہلے ہمارے باپ دادوں ہمارے اسلاف نے بزرگوں نے

شادیاں کیں اور رجسٹریشن نہیں کی گئی تھی تو کیا ایسے نکاح درست ہیں یا نہیں ؟ اگر وہ درست نہیں تو پھر ہماری حیثیت کیسی رہ جاتی ہے ؟ اگر دادا کا نکاح درست ہے۔ تو ہمارے نکاح رجسٹریشن کے بغیر کیوں درست نہیں ہیں۔ شریعت میں ایجاب و قبول مہر اور دو گواہوں کی ضرورت ہے۔ شریعت نے رجسٹریشن کو لازمی نہیں قرار دیا۔ اس کے علاوہ موجودہ عائلی قوانین کی وجہ سے عورتوں کے اوپر ایک اور ظلم ہو رہا ہے۔ مثلاً ایک شخص ہے، اسکی ایک لڑکی ہے اور ایک اس کا لڑکا ہے۔ وہ لڑکا باپ کی زندگی میں انتقال کر گیا۔ اس لڑکے کی بیٹی ہے۔ اب وہ شخص مرجاتا ہے۔ اسکی ایک لڑکی زندہ ہے۔ اور ایک پوتی۔ تو شریعت میں یہ ہے کہ لڑکی کو آدھا حصہ میراث سے ملے گا۔ اور وہ جو پوتی ہے اس کو سدس ملے گا۔ تکملۃ الثلثین۔

عائلی قوانین نے اس لڑکی پر جو یتیم ہے ناانصافی کی اور اس لڑکے کو جو باپ کی زندگی میں فوت ہو چکا ہے۔ اس کو زندہ فرض کر لیا۔ جو محض ایک خیالی اور مفروضہ صورت ہوتی ہے جبکہ کسی قانون میں ایسے مفروضے نہیں ہوتے۔ زندہ فرض کرنے کے بعد پھر اس کا جو مال ہے اس لڑکی کو دیا جائے گا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ لڑکے کو دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ ملتا ہے۔ اس صورت میں پوتی کو ایک حصہ ملتا تھا لڑکی کو آدھا پہنچتا تھا۔ اب دوسرا حصہ بھی اسے پہنچنے لگا۔ یہ ظلم ہے یا نہیں ہے۔ باوجود اس کے آپ کہتے ہیں کہ ہم نے اس قانون میں یتیم کی طرفداری کی۔ میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ یتیمی بھی اسلام ہی کا مسئلہ ہے۔ یتیم کی طرفداری کرنی چاہیئے۔ اس کا شریعت نے انتظام کیا ہے۔ شریعت یہ کہتی ہے کہ جس شخص کا باپ مرجائے اور دادا زندہ ہو تو اس یتیم لڑکے کا نان نفقہ کپڑا تعلیم وغیرہ کا انتظام دادا کریگا اگر دادا نہ ہو تو چچا تایا کرے گا۔ اگر تایا چچا نہ ہو تو چچے کے لڑکے کریں گے۔ جب تک بر سر روزگار نہ ہو۔ اگر وہ نہ کریں تو یتیم کے حق کی ادائیگی بیت المال کرے گی۔ حکومت کرے گی۔ یہ چیز ان کو شریعت نے دی اس بناء پر میں عرض کرتا ہوں کہ اس کی جو دفعات ہیں وہ شریعت اور اسلام کے خلاف ہیں۔ اور اسے منسوخ کر دیا جائے۔

مسٹر سپیکر :- مولانا صاحب آپ دس منٹ تک تقریر کر سکتے تھے آپ نے زیادہ وقت لے لیا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

نوٹ :- افسوس کہ مولانا کو اپنی تقریر جو ابھی تمہید میں تھی ختم کرنی پڑی۔ اور نہایت محدود وقت بھی اکثریتی پارٹی کی بار بار مداخلت اور خواتین کی دخل اندازیوں کی نذر ہوا۔ پھر بھی مولانا مدظلہ کی اس تقریر میں اہم بنیادی اور اصولی باتیں آگئیں ---- (ادارہ)